مجدد الشریعۃ محیی الملۃ

حضرت غفرانمآب طاب ثراہ

(جنھوں نے مذہب شیعہ اثنا عشری ہندوستان میں رائج فرمایا!)

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء حاج سید علی نقی النقوی طاب ثراہ

اہل زمانہ کی علم سے بے توجہی اور اس کے پر فضا باغ سے روگردانی کا کون احساس نہیں کر رہا ہے۔ دنیا نئی روشنی پر مائل ہوتے ہوئے پرانے خیالات کو اپنے دل سے نکال رہی ہے یہاں تک کہ ایک وقت وہ نظر آ رہا ہے کہ شیعوں کی کسی فرد کے سامنے اگر کسی رہنمائے دین کا نام بھی لیا جائے تو شاید وہ اس کو اجنبی سمجھ کے سنے اور پہچان نہ سکے ایسے وقت میں میرے خیال میں ہر واقف کار کا فرض ہے کہ وہ رہنمایان دین کے علمی کارناموں کو جہاں تک علم ہو قوم کے سامنے پیش کرے تاکہ افراد قوم اپنے مجددان شریعت کو بھولنے نہ پائیں پرانے تذکرے اگر چہ تقویم پارینہ کہنے کے قابل ہیں جس سے فطرۃً دلچسپی نہیں ہوتی مگر فائدے سے خالی نہیں ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پرانے قصۂ نوح وسلیمان وموسیٰ وعیسیٰ کے واقعات قرآن مجید میں کیوں مندرج ہوتے وہ فائدہ یہی کیوں نہ سہی کہ موجودین کو اپنے سابقین کے کارنامے دیکھکر غیرت ہی آئے۔ یہی سہی کہ دنیا اپنے گذشتہ بزرگوں کو بھولنے نہ پائے یہی کہ ان کے عادات و اخلاق کے تذکرے شاید باعث ہدایت ہوں۔ انہیں امور پر نظر کرتے ہوئے میں نے بھی قصد کیا ہے کہ ناظرین ''مبلغ'' کو اس مقدس خاندان کے حالات سے مطلع کروں اس لئے کہ ہندوستان میں علم ومعرفت کے جو جھنڈے قائم ہوئے ہیں وہ اسی خاندان کے باہمت افراد کی کوششوں کا نتیجہ ہیں اور جتنی روشنی علم دین کی اقطار ہند میں ہے وہ اسی سماء ہدایت کے شموس واقمار کی ضیا ہے۔ پہلے اس سلسلۂ اجتہاد کی پہلی فرد کے حالات سے ابتدا کرتے ہیں۔ پھر اگر صحت وفرصت نے اجازت دی تو اس سلسلے کو آخر تک پہونچانے کا ارادہ ہے۔ ''انشاءاللہ''

مجدد ثانیہ عشر حضرت غفرانمآب طاب ثراہ

اصلی نام سید علی تھا اور معروف بسید دلدار علی تھے۔ سادات نقویہ کے حسیب ونسب خاندان سے تھے۔

سلسلۂ نسب

استاذ الکل فی الکل حضرت علامہ سید علی بن سید محمد معین بن سید عبد الہادی بن سید ابراہیم بن سید طالب بن سید مصطفی بن سید محمود بن سید ابراہیم بن سید جلال الدین بن سید زکریا بن سید خضر بن سید تاج الدین بن سید نصیر الدین بن سید علیم الدین بن سید علم الدین بن

سید شرف الدین بن سید نجم الدین سبزواری جائسی بن سید علی بن سید ابوعلی بن سید ابوعلی محمد بن ابوطالب حمزہ بن سید محمد سید طاہر بن جعفر تواب ابن امام عاشر حضرت علی نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

یہ تمام اجداد امجاد جو مذکور ہوئے ارباب شرف و منزلت و شجاعت تھے من جملہ ان کے جناب سید نجم الدین سبزواری مرحوم امرائے سلاطین غزنویہ سے تھے بغرض نصرت سالار مسعود غازی سبزوار سے ہندوستان میں وارد ہوئے اور قلعہ ودیانگر کو مسخر کر کے اس کا نام جائے عیش رکھا جو فی زماننا کثرت استعمال سے جائس مشہور ہے اور سید زکریا نے قصبہ پٹاک پور پر قبضہ کیا اور اپنے جد اعلیٰ سید نصیر الدین کے نام سے نصیر آباد نام رکھا جو جناب غفرانمآب طاب ثراہ کا مولد اور سادات نقویہ کا مسکن ہے۔

ولادت

جناب کی ولادت کا فخر صوبۂ متحدہ کے ایک چھوٹے سے قصبہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی کو حاصل ہے تاریخ ولادت میں فی الجملہ اختلاف ہے بعض حسابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سال ولادت ۱۱۶۱ھ تھا۔ مگر صاحب تذکرۃ العلماء نے لکھا ہے کہ میں نے خود جناب غفرانمآبؒ طاب ثراہ کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ میرے والد ماجد جناب سید محمد معینؒ نے تقریباً ۱۱۹۱ء میں بعمر تہتر سال انتقال فرمایا اور میری ولادت کے وقت جناب مرحوم کا سن شریف اڑتالیس سال کا تھا۔ اس کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جناب تقریباً ۱۱۶۶ھ میں متولد ہوئے تھے اور اکثر تذکروں میں سال ولادت جناب کا یہی ۱۱۶۶ھ مندرج ہے۔ شب ولادت شب جمعہ تھی دیکھنے والوں نے بیان کیا ہے کہ بوقت ولادت ایک ایسا نور ساطع ہوا جس سے تمام مکان منور ہو گیا۔

کمسنی کا عہد اور وطن کی زندگی

ابتدائے سن میں اپنے وطن نصیر آباد ہی میں قیام تھا۔ قصبہ میں وارد ہونے کے بعد آباؤ اجداد کا شغل چونکہ زمینداری تھا لہٰذا آپ بھی اکثر بیرون آبادی ایک باغ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک درخت کے قریب کھڑے ہوئے تھے کہ آواز آئی جس کا حاصل یہ تھا کہ دلدار علی جاؤ تحصیل علم کو۔ ناچیز نے خوش قسمتی سے خود اس محل شریف کی زیارت کی ہے جہاں کا یہ واقعہ ہے اس آواز کے سنتے ہی جناب مغفور نے کمر اپنی تحصیل علم و کمال پر چست باندھ لی اور صعوبات سفر برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

ابتدائے تحصیل علم

اس آواز کو سنتے ہی یہ مجدد ملت اکتساب علم کے لئے اعزاء اقرباء سے مفارقت کر کے وطن سے نکل آئے۔ افاضل ہندوستان سے علوم معقول کی تحصیل کے لئے دور دراز مقامات کا سفر کیا حق یہ ہے کہ جناب مرحوم نے اکتساب علوم میں وہ جانفشانی کی کہ جو طاقت بشری سے خارج تھی صرف تائید غیبی اور اس آواز کا پرجوش اثر تھا جس نے ہر موقع پر ہمت کو بڑھایا۔

صوبہ متحدہ تو کیا ہندوستان بھر میں کوئی ریلوے

ٹرین کا نام بھی نہ جانتا تھا۔ نہ آلات تھے نہ مشین نہ تار گھر نہ ڈاک کہ اہل وطن کی خیر و عافیت ہی معلوم ہوسکتی نہ کوئی دستگیر سوائے تائید الٰہی کے اور پھر اس پریشانی کی حالت میں افاضل عصر سے مکالمہ و مباحثہ کرنا آسان امر نہ تھا اسی زمانہ طالب علمی میں دور دراز مقامات کا سفر کرتے ہوئے شاہجہاں آباد پہونچے وہاں مولوی عبد العلی سے (جو اہلسنت کے متبحر عالم تھے بالخصوص علوم عقلیہ میں) مباحثہ ہوا اور اسی شہر کی مسجد جامع میں مولوی حسن صاحب سے معقولی مباحثہ ہوا اور ایسے دندان شکن و مسکت جواب دیئے کہ مولوی صاحب مذکور کو سکوت کرنا پڑا جناب مرحوم نے الہ آباد میں سید غلام حسین دکنی حیدر آبادی سے درسی کتابیں پڑھیں اور مولوی حیدر علی سندیلوی خلف ملا حمد اللہ سندیلوی طاب ثراہ سے شرح سلّم حمد اللہ پڑھی اور رائے بریلی میں مولوی باب اللہ شاگرد ملا حمد اللہ سے اکثر درسیات پڑھے یہاں تک کہ علوم عقلیہ میں دستگاہ کامل حاصل ہوگئی۔

سفر عراق اور تکمیل علم

جب ہندوستان میں معقولات کی تحصیل سے فارغ ہوئے تو تکمیل کے لئے عراق کی جانب متوجہ ہوئے ۱۱۹۳ھ میں سفر عتبات عالیات کیا وہ وقت ایسا تھا کہ سفر عراق میں وہ سہولتیں نہ تھیں جو اس وقت موجود ہیں بلکہ بکثرت خدشات اور بحر و بر دونوں کے غیر مطمئن ہونے سے سفر آخرت کا مزا ملتا تھا۔ اس زمانے کے تیز رفتار اور راحت رساں جہاز نہ تھے یہ اسباب آسانی موجود نہ تھے جواب ہیں۔ مگر یہ وہ باہمت ہستی تھی جس نے نہایت استقلال اور پامردی سے بمفاد ؎

دریں دریائے بے پایاں دریں طوفان شور افزا
دل افگندم بسم اللہ مَجرِیھا و مرسٰھا

اپنی کشتئ ہمت دریائے سعی میں ڈالدی خدا نے مدد کی ولولہ دل نے رہبری کی جذب شوق نے کھینچا یہاں تک کہ منزل مقصد تک پہونچ گئے۔ مقامات مقدسہ پر پہونچ کے سعی، کوشش تحصیل علم میں بڑھ گئی زیارات مشاہد مقدسہ کے بعد علمائے کرام سے ملاقات کی اور جناب سرکار آقا محمد باقر بہبہانی طاب ثراہ سے استبصار اور خود انہیں کی کتاب فوائد حائریہ کا درس شروع کیا اور کچھ حصہ ریاض المسائل یعنی شرح کبیر کا خود اس کے مصنف سرکار آقا سید علی طباطبائی سے پڑھا اس زمانہ میں جناب بحر العلوم آقا سید مہدی طباطبائی حجاز میں تھے اور ابھی تک اپنے وطن مالوف نجف اشرف میں واپس نہ آئے تھے اور جناب غفرانمآبؒ اگرچہ اساتذۂ کربلائے معلٰی سے تحصیل علم کررہے تھے۔ مگر چونکہ اکثر علماء و فضلاء کی زبان پر جناب بحر العلوم کی جلالت علمی کا تذکرہ سنا تھا ان کی خدمت میں استفادہ کے زائد مشتاق تھے یہاں تک کہ جب جناب بحر العلوم نجف اشرف میں واپس آئے تو غفرانمآبؒ کربلائے معلٰی سے روانہ ہوئے اور ان سے استفادۂ علوم کے لئے نجف اشرف تشریف لائے دروازۂ باب مدینہ علم پر آکر فیوض علمیہ سے مالال ہونے لگے اور تحصیل علم جناب بحر العلوم کی خدمت میں شروع کی خود

فرماتے ہیں کہ وجدت فوق ما سمعته و اضعافه ما وصفه الواصفون میں نے ان کو جتنا سنا تھا اس سے بدرجہا بالاتر پایا۔ جناب مغفور نے ان کی مجلس درس میں وافی اور معالم کو پڑھا اور اگرچہ زمانہ استفادہ ان کی درس میں کم رہا مگر فیض جناب مغفور سے بہت پہونچے اور کربلائے معلیٰ میں آقا سید محمد مہدی شہرستانی سے بھی کچھ تحصیل علم کی تھی اس کے بعد مراجعت وطن کے قصد سے کربلائے معلیٰ سے حرکت کی اور کاظمین شریفین زیارت کے لئے آئے جناب بحر العلومؒ بھی اس زمانہ میں کاظمین میں مقیم تھے اور سامرہ تشریف لے جانے کے عزم میں تھے۔ جناب مغفور کو یہ موقع غنیمت معلوم ہوا اس لئے کہ وہ ایک ایک دن کو جو تحصیل علم میں صرف ہو بہت گرانقدر سمجھتے تھے اور اس چند دن کے سفر کو بھی استفادہ و استفاضہ سے خالی نہ رکھا اس کے بعد ۱۱۹۴ھ میں مشہد مقدس تشریف لے گئے اور زیارت مشہد حضرت امام رضاؑ سے مشرف ہوئے اس زمانہ میں جناب سرکار آقا محمد مہدی بن ہدایت اللہ اصفہانی شہید رابع طاب ثراہ اسی محل میں قیام پذیر تھے۔ جناب غفرانمآبؒ ان کی خدمت میں گئے اور استفادہ کیا یہ زمانہ اور آخر موسم خریف اور ابتدائے زمانہ سرما کا تھا اور اس زمانہ میں سفر کرنا ان اطراف میں غرباء کے لئے بہت سخت و دشوار اور تکلیف دہ تھا لہٰذا جناب کو کچھ زمانے کے لئے وہاں قیام کرنا پڑا اور ہر روز جب زیارت روضہ رضویہ سے مشرف ہوتے تھے تو اس کے بعد خدمت میں جناب استاذ علام کے حاضر ہوتے تھے یہاں تک کہ اکثر علوم کی تکمیل جناب موصوف سے فرمائی۔ جب زمانہ سرما ختم ہوا اور ہوا معتدل ہوئی تو اپنے استاد ممدوح سے رخصت ہونے کے لئے گئے تو موصوف نے اپنے دست مبارک سے ایک کتاب پر ایک مختصر سا اجازۂ اجتہاد جناب غفرانمآبؒ کے لئے تحریر فرما کے مرحمت کیا۔ اس کے بعد جناب غفرانمآبؒ ان سے رخصت ہو کے صعوبات سفر برداشت کرتے ہوئے وطن کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ وہ حالات ہیں کہ خود جناب مغفور نے اس اجازہ میں جو جناب سلطان العلماءؒ کو دیا ہے تحریر فرمائے ہیں۔ نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم (وزیر اعظم) کے مساعی جمیلہ اور زبان کے پر اثر مواعظ اور سب سے بڑھ کے توفیق ایزدی کا نتیجہ تھا کہ جناب غفرانمآب طاب ثراہ ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں کہ سلطنت کی جانب سے جب مجھ سے نماز جماعت کی خواہش ہوئی تو پہلے میں نے عذر کیا چند وجوہ سے (۱) یہ کہ یہ منصب نہایت جلیل ہے اور میں اس مرتبہ کے قابل اپنی ذات کو نہیں سمجھتا (۲) یہ کہ اس طرح جمعہ و جماعت کبھی زمانۂ سابق میں سبب تسلط مخالفین کے نہیں ہوا تھا لہٰذا اس کے ہونے میں نکتہ چینی اور استعجاب کا خوف تھا۔ (۳) خیال تھا کہ شاید بعض مخالفین اس میں کچھ دراندازی کریں لیکن جب میں نے دیکھا کہ نیت محرک کی خالص ہے اور ان کی ہمت اعلاء کلمۃ الایمان کی طرف منعطف ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ میں نے مخالفین کی کمزوری اور ان کے ارکان کے تزلزل کا احساس کیا تو مجھے جناب رب العزت

سے خوف ہوا کہ بعد عذر تمام ہوجانے کے اس امر خیر میں تساہل کرنے سے مجھ سے مواخذہ نہ کرے۔ لہٰذا میں نے التماس کو منظور کیا اور ایک رسالہ بھی لکھا جس میں احادیث و آیات سے فضیلت نماز جماعت کو ثابت کیا تھا۔ بہرحال فضل خداوندی اور برکت وجود جناب غفرانمآب طاب ثراہ سے لکھنؤ میں نماز جماعت کی بنیاد پڑ گئی اور نماز ظہرین ۱۳؍رجب ۱۲۰۰ھ روز جمعہ کو نواب سرفراز الدولہ حسن رضا خان ناظم الملک ظفر جنگ وزیر الملک کے قصر میں ہوئی۔ جس میں جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے امامت جماعت فرمائی اور روز مبعث ۲۷؍رجب ۱۲۰۰ھ نماز جمعہ پڑھائی اس کے بعد سے سلسلہ جمعہ و جماعت کا قائم ہوگیا۔

موعظہ وارشاد

جب نماز جمعہ و جماعت کا سلسلہ جاری ہوگیا تو جناب غفرانمآبؒ نے شیعوں کی مذہبی کمزوری اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت کو دیکھتے ہوئے اس امر کی سخت ضرورت محسوس کی کہ ان کے موعظۂ حسنہ سے ہدایت کی جائے چنانچہ ہر جمعہ کو بعد نماز موعظہ کا بھی سلسلہ قائم ہوا جس میں حسب ضرورت اوامر و نواہی اور مسائل اصولیہ و فروعیہ کا تذکرہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ان ہی موعظہ کے مجموعہ کا کلام مواعظ حسنہ ہے جو بعض مخلصین نے جمع کر لئے تھے۔

مجالس وعظ میں خود جناب نواب آصف الدولہ مرحوم بھی شرکت فرماتے تھے اور جناب غفرانمآبؒ کبھی امور حق میں جلالت شاہی سے متاثر نہیں ہوئے اور نہ کبھی اعلائے کلمۂ حق میں کسی کی پرواہ کی۔

لا یخافون لومة لائم کو عملاً ثابت کر دیا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ صحبت وعظ میں نواب صاحب مرحوم موجود تھے اور جناب وعظ کہنے کے لئے منبر پر تشریف لے گئے نواب حسن رضا خاں مرحوم نے کان میں سرگوشی کی کہ جناب جو چاہیں بیان فرمائیں مگر بھنگ نوشی کی مذمت نہ کریں نواب صاحب اس کی جانب راغب ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کوششیں بے سود ہوجائیں یہ سن کے آپ نے فرمایا کہ آج ہی تو اس کا موقع ہے اور ایسی عبرت خیز تقریر فرمائی کہ نواب صاحب لرزہ براندام ہوکر کھڑے ہوئے اور تمام حضار سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تمام مومنین گواہ رہیں کہ جناب ہادئ دین کی نصیحت سے متاثر ہوکر میں آج سے بھنگ نوشی سے توبہ کرتا ہوں، ہلاک بھی ہوجاؤں گا تو نہ پیوں گا۔ یہ بھی شان موعظہ اور اسی خلوص کا اثر تھا کہ دلوں میں نور ایمان پیدا کر دیا اور اسلام کے شجر کو دنیا میں ایسا مضبوط قائم کر دیا کہ شبہات کی تیز و تند ہوائیں اس کو نہیں اکھاڑ سکتیں۔

تبلیغ شریعت

ہندوستان میں کفر و الحاد کی بادسموم چل رہی تھی اور بدعتوں کے صاعقے گر گر کے کشت ایمان کو جلا رہے تھے۔ اور فسق و فجور کے سیلاب طوفان نوح کی طرح اسلامی بیڑے کو تباہ کر رہے تھے کہ یہ ناخدائے سفینۂ ملت خدا کا نام لے کے حفاظت شریعت کے لئے

اٹھ کھڑا ہوا اور کمر ہمت مستحکم باندھ کے یہ قصد کرلیا کہ جان جائے مگر شجر ایمان سرسبز وشاداب ہو کے رہے تبلیغ اسلام میں کوششیں کیں۔ ہدایت خلق میں اپنے نفس کو نفس نہ سمجھے شب و روز کے تمام اوقات اپنے دین خدا اور شریعت اسلام کی حمایت میں صرف کئے ۔ جب نیت خالص ہوتی ہے تو خدا کوشش میں برکت عطا کرتا ہے۔ ایک حد تک بلکہ بہت زیادہ اپنے مساعی میں کامیاب ہوئے اور دین خدا کا پرچم فضائے ہند پر لہرانے لگا۔ کب اسلام حقیقی ہند میں تھا اور کون نماز جماعت کو جانتا تھا اور کون اپنے عقائد ضروریہ سے واقف تھا۔ کچھ بھی نہ تھا ایک تاریکی تھی جو جہالت کی گھنگھور گھٹا کی طرح افق ہدایت پر چھائی ہوئی تھی۔ اس نور خدا نے ظاہر ہو کے اپنی خداداد ہدایت کی شعاؤں سے اس تاریکی کو دفع کیا۔ مختلف طریقے ہدایت کے اختیار کئے ۔ قانون الٰہی (قرآن مجید) اور احادیث رسولؐ کے تعلیمات کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے ہدایت خلق کی اور صفحہ ہندوستان پر ایمانداری کے نقش کو ابھار دیا خود ایک موقع پر اپنے مساعی جمیلہ اور تبلیغی کوششوں کا خاکہ یوں کھینچا ہے۔

''میں نے اپنی کوششیں اظہار مشاعر اسلام میں صرف کیں اور سر و اعلان میں عقائد حقہ کی طرف دعوت دی۔ کبھی میں نے ان کو دعوت دی اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور موعظۂ حسنہ سے نبی وائمہ کی تاسی میں (**ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنه**) اور کبھی مجادلہ کیا امر اقدس الٰہی کے لئے (**وجادلهم بالتی هی احسن**) تو خدا کا شکر جس نے میرے بوئے ہوئے درخت میں نمو عطا کیا اور اس کا ثمرہ اپنے حد کمال تک پہونچا اور میوہ اس کا تیار ہوا۔ اسلام اپنی مخصوص ادا میں ظاہر ہو گیا اور عقائد حقہ کا باغ اپنی شادابی پر آ گیا وہ دین کے قصر جو کفر والحاد کی آندھیوں سے بیٹھ گئے تھے وہ گرنے کے بعد پھر از سر نو تعمیر ہو گئے ۔ اکثر اہل ایمان ضروریات مذہب و دین سے واقف ہو گئے بعد اس کے وہ جاہل تھے اور انہوں نے مذاہب فاسدہ کو ترک کر دیا بعد اس کے وہ ان ہی مذاہب کے اہل میں مندرج تھے لیکن بعد اس کے بھی ضلالت اور گمراہی بعض کور باطنوں کے دلوں میں باقی رہ گئی اور وہ اپنے ہدایت و اصلاح کے راستوں پر نہ آنا تھے نہ آئے۔ **فهم مصداق الذين دعوتهم ليلا و نهارا فلم يزدهم دعائی الا فوادا**''۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اتنی جانفشانی کی اقامت اسلام میں اور احیائے شریعت میں کہ مورخین کو لقب میں لکھنا پڑتا ہے۔

الذی احیی الدین فی دیار الهند و طمس آثار البدعة والجاهلية (شذوذ العقیان) اور اہل قلم تذکرہ میں یوں لکھتے ہیں ''**فاستوی علی عرش الهدایه والا مامة وکان جدار الشريعة يريد ان انقض فاقامه، به استنار الدين فی اصقاع هذه البقاع و شاع الشرع المبين فی هذه الرباع وذاع بعد ما**

ضاع بل لم یکن یقرع الا احاع و قد اصبح الیوم تبائیدہ کحصون محکمة القلاع او کشخص عبیل الزراع اوکزرع أخرج شطاء ہ فازرہ فاستغلظ فاستویٰ علی سوقہ یعجب الزراع اقتدیٰ اھل الھند بصلواتہ و صومہ و ھذہ عادۃ اللہ فی الدھر اول یومہ کما قال" وما أرسلنامن رسول الا بلسان قومہ" فقام بہ عماد الاسلام و سل ذو الفقار والصوارم وحسام علی ھام المردۃ الخصام ولولاہ لمااخضر عود الشرائع والأحکام

(دیکھواوراق الذہب علامہ شوشتری)

ترجمہ: سریر ہدایت و امامت پر جلوہ افروز ہوئے جدار شریعت قریب تھا کہ گر جائے اس کو قائم کر دیا انہیں سے دین کی روشنی ان بلاد کے اطراف میں پھیلی اور شریعت ان اماکن میں شائع ہوئی اور وہ منتشر مشہور ہوگئی بعد اس کے ضائع ہوگئی تھی بلکہ سنائی بھی نہ دیتی تھی۔ اور آج ان جناب کی حمایت سے وہ مضبوط قلعوں کے مثل بلکہ ایک قوی باز و شخص کی طرح بلکہ اس زراعت کی سی ہو گئی ہے کہ جو اگی اور اپنی اصل پر قائم ہو کے اتنی بہار کے اوپر ہے کہ زارعین کو تعجب میں ڈال دیتی ہے۔ اہل ہند نے ان کے عبادات کی اقتدا کی اور یہی عادت ہے خدا کی اول دہر سے جیسا کہ خود فرمایا ہے کہ ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں (اسی طرح اہل ہند کی طرف خدا نے ان ہی میں سے ایک رہبر بھیجا) ان جناب کے دم سے عماد الاسلام قائم ہوا اور انہوں ذوالفقار، صوارم وحسام (جناب غفرانمآبؒ کے مصنفات کے نام ہیں) سروں پر مخالفین کے کھینچی اور اگر یہ ذات نہ ہوتی تو شرائع کی شاخیں سرسبز وشاداب نہ ہوتیں۔

شہید ثالث اور جناب غفرانمآبؒ

ہمارے اتنے بیان سے ناظرین کو اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہندوستان میں یہ ہدایت کے صاف وشیریں چشمے جو اس وقت جاری ہیں اسی قلزم ہدایت کے شعبے ہیں اور یہ ایمان کی ضیا جو پھیلی ہوئی ہے اسی آفتاب کمال کی کرن ہے اور اساس ہدایت کا قائم کرنے والا ان اطراف میں یہی باہمت شخص ہے لیکن بعض لوگ یہ غلط فہمی پھیلانا چاہتے ہیں کہ ہدایت کا چراغ روشن کرنے والے اور مخالفین ایمان کی سرکوبی کا سہرا غفرانمآبؒ کے سر نہیں بلکہ نور اللہ علامہ شوشتری شہید ثالث طاب ثراہ جن کا مزار مقدس آگرہ میں ہے پہلے سے ہندوستان کو ہدایت کے راستہ پر لگا چکے تھے۔ یہ خیال یقینا ایسا ہے جس سے غفرانمآبؒ سے محسن اسلام کی کوششوں پر ایک حد تک پانی پھر جاتا ہے ہم کسی بات کو بے دلیل کے مان لینے پر مجبور نہیں کرنا چاہتے اور نہ خود مانتے ہیں لیکن انصاف کے سامنے ہر وقت سر جھکانے پر آمادہ ہیں۔

ہم اس موقع پر ایک مختصر تذکرہ جو لب لباب ہے شہید ثالثؒ کے ان حالات کا جو کتب تاریخ میں ہماری نظر سے گزرے ہیں حوالۂ قلم کرتے ہیں جس سے قارئین کرام اس خیال کو اچھی طرح عقل کی کسوٹی پر جانچ لیں گے اور یہ اجمالی تذکرہ لکھنے کے بعد جو کچھ ہمیں لکھنا

ہے وہ لکھیں گے۔

شہید ثالثؒ کی شوشتر میں ولادت ہوئی تھی اور ابتدائے تعلیم اپنے ہی بلاد میں حاصل کی اور حد تکمیل تک پہونچے ایران میں بھی کچھ زمانہ تک وہاں کے علماء سے تحصیل علم وکمال کی تھی ۹۹۵ھ میں وارد ہندوستان ہوئے اکبر کا زمانہ تھا جو سلاطین مغلیہ کی تاریخ ذوق علم و فضل کی حیثیت سے ایک سنہرا زمانہ ہے سلطنت مخالف مذہب امامیہ تھی لیکن زیادہ متعصب نہ تھی اکبر کا باپ ہمایوں ایک عرصہ تک ایران میں رہا تھا جس کی وجہ سے تعصب مذہبی شیعوں سے کم ہوگیا تھا اسی کا اتنا اثر تھا کہ علامہ نور اللہ شوشتری کا دربار اکبری میں گزر ہوگیا۔ اکبر اہل کمال کا خاص طور سے قدر دان تھا عام اس سے کہ وہ کسی مذہب وملت کے ہوں اسی حیثیت سے اس نے علامہ مغفور کے احترام میں خاص دلچسپی لی یہاں تک کہ قاضی القضاۃ کے عہدہ پر معین کیا اس موقع پر اتنا لکھنا ضروری ہے کہ سلطنت تو حنفی تھی پھر ایک سنی بادشاہ کے عہدۂ قضا پر ایک شیعہ عالم کیونکر معین ہوا اس کے متعلق جو کچھ اہل تاریخ کے کلام سے منکشف ہوتا ہے وہ یہ کہ بادشاہ نے علامہ ممدوح سے یہ عہد لینا چاہا کہ آپ مذہب حنفی کے بنا پر فتوے دیجئے گا۔ شہید شوشتری نے فرمایا کہ میں کسی ایک مذہب کا پابند ہوکر فتویٰ نہ دوں گا۔ بلکہ مذاہب اربعۂ اہلسنت سے کسی ایک مذہب کے مطابق میرا فتویٰ ضرور ہوگا۔ بادشاہ نے اس کو منظور کیا۔ علامہ ممدوح مذاہب اہلسنت سے خاص واقفیت رکھتے تھے چنانچہ ہر فتویٰ مذہب اہل بیت کے مطابق دیتے تھے اور جب کوئی اعتراض ہوتا تھا تو کسی نہ کسی مذہب سے مذاہب اربعہ میں سے مطابق کر دیتے تھے۔

کرامات وخوارق عادات

صفائے قلب و ازدیاد روحانیت بڑھتے بڑھتے کبھی اس حد تک پہونچتی ہے کہ خداوند عالم اس شخص کو صاحب کرامات کر دیتا ہے۔ کرامت بھی خلاف عادت امر کا نام ہے جس کسی عالم یا مومن کامل کے لیئے ظاہر ہو لیکن معجزہ وکرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ کسی دعویٔ نبوت یا امامت کی تصدیق میں ہوتا ہے اور کرامت کسی دعوے کے اثبات میں نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ معجزہ کے ساتھ ساتھ تحدی ہوتی ہے یعنی کوئی اس کا معارضہ نہیں کر سکتا اور کرامت کے ساتھ ایسا نہیں۔ اس لحاظ سے معجزہ مخصوص ہے نبی وامام کے ساتھ اور کرامت نبی وامام سے مخصوص نہیں ہے۔ کتب رجال سیر پر نظر کرنے والے واقف ہیں کہ ہمارے علماء اعلام میں بہت سی فردیں ایسی گذری ہیں کہ جو مظہر کرامات وخوارق عادات ہیں اگر اجمالاً اُن کا تذکرہ حوالۂ قلم کیا جائے تو طول کلام کا خوف ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اس کی نظیریں علماء سلف میں ملتی ہیں علامۂ کلینیؒ کے انتقال سے آسمان کے ستاروں میں تہلکہ پڑ جانا اور سید رضیؒ کا جناب علم الہدیٰؒ کے مافی الضمیر پر واقف ہوجانا اور مقدس اردبیلیؒ کے لئے روضۂ امیر المومنین میں لگے ہوئے قفلوں کا کھل جانا اور دروازوں کا وا ہوجانا وسیع النظر اصحاب پر مخفی نہیں ہے اور خود جناب

غفرانمآبؒ کے استاد جناب بحرالعلوم سید مہدی طباطبائیؒ کے کرامات تو اس حد پر تھے کہ مصنفین ان کے لقب میں لکھتے ہیں ۔ **صاحب الکرامات الظاهرة و خوارق العادات الباهرة** ۔ پھر اگر جناب غفرانمآبؒ کو بارگاہ احدیت سے یہ مرتبہ عطا ہوا تو کون سا محل استعجاب ہے حالانکہ یہ وہ ذات تھی جس نے خدمات دینیہ میں اپنی راحتوں سے ہاتھ اٹھایا، اہل وعیال سے جدائی اختیار کی غریب الوطنی کے مصائب کو برداشت کیا خدا کی راہ میں اپنے نفس کو نفس نہ سمجھے پھر خداوند عالم کا مقربین میں داخل کر کے مظہر کرامات کر دینا کیا قابل انکار ہو سکتا ہے۔

بلکہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ وہ ذات تھی جس کو جناب احدیت نے ابتدائے عمر ہی سے فیوض و برکات کے لئے منتخب کر لیا تھا اور اول عمر ہی سے اس پر نظر رحمت الٰہی متوجہ تھی وقت ولادت گھر کا روشن و منور ہو جانا اور کم سنی ہی میں درخت کے نیچے صدائے ہاتف غیب کو سننا کیا کرامات میں مندرج ہونے کے قابل نہیں ؟ ہم ان دونوں واقعوں کو ابتدائی صفحات میں زیب دہ نگاہ ناظرین کر چکے ہیں ۔اور بعد انتقال کے جو بعض کرامات ظاہر ہوئے ہیں ان کو انشاء اللہ اگر حیات مستعار باقی ہے تو تلامذہ کے حالات لکھتے ہوئے جناب علامۃ العلماء مولانا سید احمد علی محمد آبادی کے تذکرے میں لکھیں گے۔ اس موقع پر صرف ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں جناب بحرالعلوم مولانا علّن صاحب قبلہ نے اس واقعہ کو اپنے والد علام، جناب ملک العلماء طاب ثراہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد سلطان العلماء رضوانمآب طاب ثراہ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جناب غفرانمآبؒ اپنے وطن مالوف نصیرآباد تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ میں تھا اور جناب کے شاگرد رشید فاضل جلیل مرزا محمد خلیلؒ تھے وہیں قصبہ کا ذکر ہے کہ جناب غفرانمآبؒ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے تھے اور میں اور مرزا خلیل کہیں سے اس طرف گذرے کہ مرزا خلیل نے مجھ سے کہا کہ ذرا درخت کی جانب دیکھئے میں نے بنظر غائر درخت کی طرف جو دیکھا تو یہ نظر آیا کہ جناب غفرانمآبؒ کی پیشانی سے ایک نور ساطع ہے اور اس کی چھوٹ درخت کے پتوں پر پڑتی ہے جس کی وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برگ اس درخت کے زبرجد خضر کے ہیں یہ تھا نور علم اور ضیائے خدا داد وفضل جس کی چھوٹ پیشانی سے ظاہر ہو کے درخت پر پڑ رہی تھی ناظرین متوجہ ہوں گے کہ امیر المومنینؑ کا لقب ہے ۔ **قائد الغر المحجلين** اس کی توضیح میں معصوم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اہل ایمان کے اعضاء ضوء دیتے ہوں گے۔اس حدیث میں ذکر روز حشر کا ہے لیکن تقرب ایزدی اور عبادت الٰہی کا کمال ہے کہ دنیا ہی میں پیشانی چمک دینے لگے یقینا یہ واقعہ جناب غفرانمآبؒ کے منتہائے جلالت قدر پر دلالت کرتا ہے۔

تصانیف شریفہ

اب ہم فہرست تصانیف شروع کرتے ہیں جن کی تعداد تیس سے کم نہیں ہے اور انہیں میں بعض وہ کتابیں بھی ہیں جن کے بسط نے ایک جلد پر ختم ہونے نہیں دیا ہے بلکہ کئی کئی جلدیں ہیں یقینا یہ سرمایۂ

تصنیف کم نہیں ہے مگر باوجود اس کے جناب غفرانمآبؒ کی ہمت اس سے راضی نہیں ہے اور صاحب ہمت افراد کا قاعدہ ہے کہ جتنا بڑا کام کرتے وہ اس کو کم ہی سمجھتے ہیں ایک موقع پر جناب غفرانمآبؒ اپنے بعض تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ **لاشبهة فی انی اقل تصنیف بنسبة علمائنا الکرام و شیوخنا الفحام رضوان الله علیهم ولذلک التقصیر اسباب و معاذیر لو حاولنا بیانها خرج الکلام عن الاقتصاد و طال التحریر**۔ اس میں شبہہ نہیں کہ میں بہ نسبت علمائے سابقین اور بزرگان دین کے قلیل التصانیف ہوں اور اس قصور کے بہت سے وجوہ اور اعذار ہیں کہ ہم اگر اس کے بیان کا قصد کریں تو کلام دائرۂ اختصار سے نکل جائے اور طویل ہوجائے ؎

کذالک أرباب الدیانة والهدیٰ

لتستغفرون حین لیس لهم ذنبی

اچھا اب ہم تصانیف کے نام پیشکش ناظرین کرتے ہیں:۔

(۱) عمادالاسلام

یہ کتاب سرتاج تصانیف کہے جانے کے قابل ہے اہل علم وفضل کا اتفاق ہے کہ اس مطلب پر کہ دسویں صدی ہجری کے بعد سے بلکہ اس کے قبل سے ایسی کتاب علم کلام میں تصنیف نہیں ہوئی۔ شبہات مخالفین کا قلع وقمع کر دیا اور فلاسفہ کے خیالات کا باطل ہونا **کالشمس علی شاهق الطور** واضح وآشکار کر دیا اور ان کے مضبوط ادلہ کو توڑ کے تارعنکبوت سے زیادہ موہوم ثابت کر دیا۔ اصلی نام مرأۃ العقول ہے جس کی وجہ تسمیہ خود یہ لکھی ہے کہ درحقیقت یہ کتاب آئینہ جلوہ نما ہے اختلاف مذاہب کا اور جس طرح انسان آئینہ کو اپنے سامنے رکھ کے اپنے خط و خال اور حسن وخوبی یا بدصورتی کو مشاہدہ کرسکتا ہے اور اپنے عیب وسقم پر نظر کرسکتا ہے اور اپنی صورت کو آراستہ کرتا ہے اگر بال سر کے پریشاں ہیں تو ان کو درست کرتا ہے، زینت کرتا ہے اسی طرح اس کتاب کو دیکھ کے ایک شخص اپنے مذہب کے تمام عیوب ونقائص کو دور کرسکتا ہے اور اپنے دین کو ہر طرح مکمل وآراستہ کرسکتا ہے، اپنے بکھرے ہوئے شیرازۂ مذہب کو جمع کرسکتا ہے لہٰذا مرأۃ العقول نام رکھا اور چونکہ اس نے اسلام کی ہلتی ہوئی بنیادوں کو مضبوط کر دیا اس وجہ سے عمادالاسلام لقب ہوا۔

نہایت العقول امام اشاعرہ فخرالدین رازی کی رد میں تحریر فرمائی ہے لیکن صرف فخر رازی کی رد نہیں کی ہے بلکہ جتنے ہم خیال ان کے ہوں سب کے اقوال کی کافی رد فرمائی ہے فخر رازی نے نہایۃ العقول میں اپنی کتاب پر ناز کیا ہے اور کہا ہے کہ میری کتاب نہایۃ العقول تمام ان کتابوں سے جو علم کلام میں لکھی گئیں ہیں کئی وجہ سے ممتاز ہے۔ پہلے یہ کہ میں نے سوال وجواب میں جو حق تنقیح تھا اس کو ادا کر دیا ہے اور دیگر مذاہب کی جانب سے شبہات اس طرح وارد کئے ہیں کہ ہر مذہب والے کو میری کتاب ان کتابوں سے زیادہ فائدہ رساں ثابت ہوگی کہ جو خود اسی کے اہل مذہب نے لکھی ہیں اس لئے کہ ہر مذہب کے

استدلال کو میں نے قوت کے ساتھ وارد کیا ہے حتیٰ کہ اگر میں نے کسی مذہب کے ادلہ کو اتنا کمزور پایا کہ جو قابل التفات بھی نہیں تو وہ اپنی فکر سے ادلہ کا استنباط کر کے اس کو تحریر کیا ہے کہ اس سے زیادہ اس مذہب کی نصرت میں کیا نہیں جا سکتا یہ اور بات ہے کہ ہم نے تمام مذاہب کی رد کر دی اور ہر ایک کی دلیل کو ضعیف ثابت کر دیا سوائے اس مذہب کے جس کو اہلسنت والجماعت نے اختیار کیا ہے اور ہم بادلہ و براہین یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ یہی مذہب قابل اتباع ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ادلہ میں نے اس کتاب میں لکھے ہیں کہ جو دل میں بیٹھ جاتے ہیں اور جن سے علم و یقین حاصل ہو جاتا ہے نہ صرف الزامات کہ جس کا نتیجہ سوائے دشمن کے ساکت کر دینے کے کچھ نہیں ہوتا۔ تیسرے یہ کہ اس کتاب کی ترتیب اتنی متقن اور عمدہ ہے کہ کسی جگہ حشو و اطناب اور بے فائدہ کلام نہیں آنے دیا ہے۔ اس کتاب کی قدر اس وقت ہو سکتی ہے جب کوئی شخص تمام علمائے موافق و مخالف کا کلام دیکھے ہوئے ہو اس وقت اس کے مطالب اس کے ذہن میں آئیں گے۔ یہ ملخص کلام فخر رازی تھا۔ جناب غفرانمآبؒ نے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ فخر رازی نے جو کچھ کہا ہے اس لئے کہ ہم کو تمام کتب کلام میں خواہ وہ عامہ کے ہوں یا خاصہ کے اس کتاب کا مثل نہیں ملا اسی وجہ سے ہم نے تمام کتب کلام میں سے اسی کو رد کے لئے منتخب کیا اور میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اسی طرح میری کتاب عماد الاسلام بھی بے نظیر ہے بلکہ اس میں ان خوبیوں کے علاوہ جن کا ذکر فخر رازی نے کیا ہے کچھ اور خوبیاں بھی ہیں کیونکہ جن جن مقامات پر فخر رازی نے خلاف مسلک اہلبیتؑ راستہ اختیار کیا ہے میں نے پوری عبارت اس کی من وعن نقل کر دی ہے اور پھر ہر فقرے کا جواب دیا ہے۔ واضح کر دیا ہے کہ جو کچھ اس نے کہا ہے سب تعصب و عناد پر مبنی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے اس عقلیہ کے بعد شاہد میں ادلہ نقلیہ بھی پیش کئے ہیں اور منتہیٰ الکلام اکثر مقامات پر اس سے خالی ہے۔ تیسرے یہ جن جن مقامات پر منتہیٰ الکلام میں بعض مسائل عدالت و امامت فروگذاشت تھی اور مذکور نہ تھے وہاں میں نے اور کتب اہلسنت سے ادلہ نقل کر کے اس کی کافی رد کی ہے اور اس کی قدر اس کو ہو سکتی ہے جو علم کلام میں پوری مہارت رکھتا ہو۔

اگر چہ اصلی مطمح نظر جناب غفرانمآبؒ طاب ثراہ کا اس کتاب میں نہایت العقول علامۂ فخر رازی کی رد ہے مگر درحقیقت یہ کتاب وہ شمشیر صاعقہ بار ہے کہ جو تمام مخالفین کے لئے یکساں شکست دینے والی ہے۔ اکثر مقامات پر فلاسفہ نے جو مسائل اصول دین میں لغزشیں کیں ہیں ان کا کافی جواب دیا ہے اور متکلمین کے مسلک کو بدلائل قاطعہ ثابت کیا ہے۔ اسی سے متاثر ہو کے عمدۃ الحکماء سید مرتضیٰ نونہروی فلسفی نے فلاسفہ کی حمایت میں کچھ عرصہ ہوا ایک کتاب معراج العقول کے نام سے لکھی جس میں اکثر مقامات پر علامۃ المتکلمین صاحب عماد الاسلام کے کلام کی جانب ناظر ہیں اور جن جن مقامات پر ان جناب نے فلاسفہ کے قول کا بطلان ثابت کیا ہے اس کو

بزعم خود رد کیا ہے لیکن اہل عقل سمجھ سکتے ہیں۔ ابن الثریا من الثوی و ابن الذھب من الرغام۔ جناب والد علام ممتاز العلماء مدظلہ نے اس کتاب پر قلم کو حرکت دی تھی اور ایک معتد بہ مقدار اس کی ہوگئی تھی جس کے دیکھنے کے بعد انصاف پسند ناظر کی نگاہ میں وہ شبہات تار عنکبوت سے بھی زیادہ بے وقعت ثابت ہوتے مگر افسوس ہے کہ زمانہ کسی مقصد کو پورا ہونے نہیں دیتا۔

لکل شئیی آفۃ و للعلم آفات۔ موانع ہوئے اس کے تمام تک پہونچنے میں اور جتنی مقدار جزء تصنیف میں آچکی اس کی بھی اشاعت نہ ہوسکی ورنہ وہ کتاب جو ہر فرد ثابت ہوتی اور نادر الدہر و یتیم العصر سمجھنے کے قابل تھی۔ سب سے زائد جس چیز نے صاحب معراج العقول کو اس امر پر دعوت دی وہ ان کا حسن ظن تھا جو ارباب تصوف کے متعلق ہے اور جناب غفرانمآبؒ طاب ثراہ نے بہت زور میں اہل تصوف کی تکفیر کی ہے جیسے محدث اکبر علامہ ملا محمد باقر مجلسیؒ نے بھی صوفیہ کی تکفیر کی ہے اور مصنف معراج العقول کو ان سے بھی شکایت ہے حالانکہ اگر کوئی شخص اہل تصوف کے اقوال و افعال پر نظر ڈالے تو اس مطلب میں شبہہ باقی نہیں رہ سکتا۔ مثنوی مولوی معنوی بایزید بسطامی کا ایک واقعہ ہے چند شعر اس کے دلچسپی اور توسیع معلومات ناظرین کے لئے پیشکش انظار ہیں۔ ؎

با مرید ان آں فقیر محتشم
بایزید آمد کہ یک یزداں منم
گفت ایشاں را میاں آں ذوفنوں
لا الہ الا انا ھا فاعبدون
چوں گذشت آں آں گفتند صباح
تو چنیں گفتی و آں نبود صلاح

اور مشہور صوفی فرید الدین عطا کے شعر ہیں کہ ؎

خود پیمبر شد و پیام آورد
گشت خود کافر نمود انکار
خود کند ساز گناہ کہ ہست
خود کند باز توبہ استغفار

مبدء فواتح میں سید شریف سے نقل کیا ہے کہ ایک متکلم اور ایک صوفی میں مناظرہ ہوا متکلم نے کہا کہ اس خدا سے بیزار ہوں جو سگ و خوک کے اندر ظاہر ہوا۔ یہ سن کے صوفی نے سمجھا کہ میں اس خدا سے بیزار ہوں کہ جو سگ و خوک میں ظاہر نہ ہوا۔ یقیناً اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اقوال توحید شکن اور کافر ساز ہیں اور کوئی تاویل ان کی ایسی جو نظر عقل میں باوقار ہوسکے نہیں ہے معاف فرمائیں گے ناظرین سلسلۂ کلام فائدہ سے خالی نہ تھا۔

یہ کتاب جناب غفرانمآب طاب ثراہ نے اپنے دوست صادق اور شاگرد رشید اور فاضل جلیل طاب ثراہ کے صدمۂ انتقال سے متاثر ہوکر لکھی تھی۔ چنانچہ دیباچۂ کتاب اس کا مشعر ہے۔ ممکن ہے کہ فاضل موصوف کے تذکرہ میں ہم اس کے متعلق کچھ تفصیل سے کلام کریں۔

یہ کتاب اتنی مشہور و معروف اور دجنائے علم میں اتنی معزز تھی کہ مشاہیر علمائے عراق اور اساطین کملائے عتبات عالیات تک اس کا آوازۂ افادات پہونچا

ہوا تھا اور وہ اس کتاب کے علاوہ دیگر تصانیف جناب غفرانمآب طاب ثراہ کے کمال مشتاق وآرزومند مطالعہ تھے۔

بعد جناب غفرانمآبؒ کے زمان سابق میں یہ کتاب منتہی طلبہ کے لئے نصاب درس میں داخل تھی اور جناب ممتاز العلماء جنت مآب طاب ثراہ اپنے عہد میں اس کتاب کے پڑھانے میں خاص شہرت رکھتے تھے اور افاضل علمائے کرام ان کی خدمت میں درس حاصل کرتے تھے۔

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد توحید دوسری عدل، تیسری نبوت، چوتھی امامت، پانچویں معاد۔ پہلی جلد اسکی ۱۳۱۹ھ میں اور دوسری اور تیسری جلد ۱۳۲۰ھ میں سرکار قدوۃ العلماء مدظلہ العالی کی سعی بلیغ سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ مگر افسوس کہ باب امامت کے چھپنے کے ابھی تک اسباب مہیانہ ہوئے۔ قوم کی بے توجہی یقینا قابل شکایت ہے کہ ایسے ایسے جواہر علمیہ گوشۂ خمول میں رہ جائیں اور علم جونگاہیں ان سے مستفیض نہ ہو سکیں۔

اب اس کتاب کی جلد توحید لکھنؤ یونیورسٹی کے نصاب درجۂ فاضل معقولات میں داخل ہے اور جلد عدل و نبوت مدرسۃ الواعظین کے نصاب تعلیم میں مقرر ہے۔

(۲) شہاب ثاقب

چونکہ اس زمانہ میں اہل ہندوستان کے دل ودماغ میں اکثر مذاق تصوف زیادہ پایا جاتا تھا اور صوفیت کا دور دورہ بھی داعی ہوا۔ جناب غفرانمآبؒ نے یہ کتاب صوفیہ کی رد میں تحریر فرمائی تھی خصوصا ان صوفیہ کے ابطال میں کہ جو وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور واقعی یہ کتاب بھی بے نظیر ہے اور بے مثل مباحث واشارات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے ۱۲۶۰ھ میں اس کتاب کا ایک نسخہ جناب شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر کے پاس پہونچا چنانچہ ایک خط میں جس کی اصل تحریر اس وقت خوش قسمتی سے میرے پیش نظر ہے جناب سید العلماء کو تحریر فرماتے ہیں۔

ثم لیکن معلوم مسلم ان من نعم الباری التی نخل عن الاحصاء ان من علینا و علی جمیع العلماء وسائر الفقهاء الفضلاء بها لم نزب العیون الیه طامحة والنواظر شاخصة لم نزل نحن و هم مرتقبون لوصوله ارتقاب المجدب قطر السماء اذا السقیم الشفاء من ارسال ما اوعد ممنونا به من تصنیف فخر العلماء وزبدة الفضلاء اعلاهم شأنا و اوضحهم برهانا و ان جاء أخرهم زمانا فقد سبق المثل السائرکم توزو الاول الاخر جناب المرحوم المغفور الوالد العلامة نور الله مضجعه ومرقده الموسوم بالشهاب الثاقب ولعمری هٰذه مهة شهاب علی من عائد وکفر وثاقب بنظر مادق علی اهل الکفر فاکتحلت ابصارنا باثمره و من الله علمیا به من عنده ولا عجب فهو من نتائج افکار الفاضل المنجر شمس علوم الاسلام وبرر صحائف الاحکام العقل المجرد و المدرک

مادناء العقول من لطائف المنقول و دقائق القول نور عين الشريعة و عين انسانها و عماد الشيعة فی احكامها او اديانها مصباح ارشاد العلماء و مفتاح مفضل اشكل بنيانه علی الفقهاء ذی التحرير الذی هو ذكری كل فقيد و التصنيف الذی فيه تبصره كل فاضل بينه غيث الانام و مروج الاحكام انا الله علی مرتبته سحاب الرضوان و اسكنه فراديس الجنان۔

لکھتے ہیں ۔ اول جناب باری کی نعمتوں میں سے کہ جن کا شمار نہیں ہوسکتا وہ احسان ہے اس کا کہ جو اس نے ہم پر اور تمام علماء فقہاء پر کیا ہے اس امر کے ساتھ جس کی طرف ہم چشم براہ تھے۔

(۳) منتہیٰ الافکار

اصول کی اعلیٰ ترین کتاب ہے اور بے نظیر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل ہے۔ داعی تصنیف کا یہ تھا کہ اسی زمانہ میں کتاب قوانین جناب محقق ابوالقاسم قمی کی آئی تھی جو واقعی اصول فقہ کے اعلیٰ ذخیرۂ معلومات پر مشتمل ہے ۔ جناب غفرانمآبؒ نے اس کا مطالعہ کیا اور تدریس و مباحثہ شروع کیا تو اکثر تحقیقات جناب محقق سے آپ کی نظر مساعدت نہ کرتی تھی لہٰذا آپ نے حواشی اس کتاب پر جابجا تحریر فرمانا شروع کئے مگر جب دیکھا کہ اختلاف کے مقامات حد سے متجاوز ہو گئے اور اس درجہ تک پہونچ گئے کہ حواشی ان کے متحمل نہیں ہوسکتے تو ایک مستقل کتاب اصول کی تصنیف کا خیال ہوا جس میں اپنے معاصر علام محقق قمی کے کلام پر تنقیدی نظر سے کام لیا چنانچہ یہی کتاب منتہی الافکار تصنیف فرمائی لیکن اثنائے تصنیف میں جناب غفرانمآبؒ علیل ہو گئے اس وجہ سے کتاب تمام نہ ہوسکی ایک حصہ تحقیق حکم اور اقسام احکام میں اور ایک حصہ مبادی لغویہ میں تمام و کمال ہوسکا۔ یہ کتاب ۱۳۲۰ھ میں انجمن یادگار علماء کی جانب سے طبع ہو چکی ہے۔

(۴) مسکن القلوب عند فقد المحبوب

آپ کے فرزند سید عالم جلیل مولانا سید مہدی اعلی اللہ مقامہ نے ۱۲۳۱ھ میں انتقال کیا اور ایسے سعید و فائز بدرجۂ اجتہاد جوان فرزند کے غم نے جناب پر یہ اثر کیا کہ راتوں کی نیند اڑ گئی اور دن کی راحت جاتی رہی اور زندگی مکروہ معلوم ہونے لگی تو اسی زمانہ میں جناب شہید ثانیؒ کے رسالہ **مسکن الفواد عند فقد الاحبۃ والاولاد** کا مطالعہ کیا تو اس میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بعض مقامات پر شہید ثانیؒ نے مسامحۃً مذہب صواب کے نامناسب اور بعض علمائے مخالفین کے موافق مطالب تحریر کئے ہیں لہٰذا اپنے دل کی تسکین کے لئے اور ہر مصیبت زدہ کی تسلی کے لئے یہ کتاب تحریر فرمائی اور جا بجا ان مقامات پر بھی تنبیہ فرمادی کہ جہاں جناب شہید ثانیؒ نے مقتضائے دلیل کے خلاف تحریر فرمادیا ہے۔ افسوس ہے کہ کتاب طبع نہیں ہوئی ہے۔

(۵) رسالہ فی احکام الارضین

یہ آخر عمر میں تصنیف فرمایا تھا اور تمام اشتغالات کو اور شبہات کو جو بعض متقدمین و متاخرین کو ہوئے ہیں ادلہ و براہین کے ساتھ حل کیا ہے اور فاضل

خراسانی اور محدث شیخ یوسف بحرینی کے کلام سے بہت زیادہ تعرض فرمایا ہے۔

(٦) رسالہ فی رد نصاریٰ

جب مذہب نصاریٰ کا زور آپ کے عہد میں زیادہ بڑھا اور انجیل و توریت کے مختلف ترجمہ اور جدید کتب طبع ہو کر آنے لگے تو پہلے تو جناب نے کتاب عماد الاسلام ہی کے باب نبوت کی طرف توجہ فرمائی اور باب بشارات میں جو کچھ نقص و ابرام موافق زمانہ تھا اس کو اضافہ فرما دیا۔ اس کے بعد مستقل رسالہ لکھنا شروع کیا جو ایک حد تک پہونچ گیا تھا۔ مگر اتمام کو نہ پہونچ سکا۔

(۷) شرح باب صوم حدیقۃ المتقین

جناب علامہ ملا محمد تقی مجلسیؒ کی مشہور کتاب حدیقۃ المتقین کی فارسی شرح تحریر فرمائی جس میں مسائل فقہیہ کو اجتہادی عنوان سے تحریر فرمایا ہے اور اختلافی مسائل کو اقوال علماء اور بیان حق کے ساتھ بادلہ و براہین تفصیلاً تحریر کیا ہے یہ کتاب غیر مطبوع ہے خوش قسمتی سے خود جناب مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی میرے پیش نظر ہے اس کے آخر میں یہ عبارت موجود ہے:۔

ویمناہ الوازرۃ الداثرۃ مصنف الکتاب العبد الضعیف المفتقر الی اللہ الغنی السید علی المدعو بالسید دلدار علی ابن محمد معین الھندی النصیر آبادی نصرھما اللہ یوم الدین بحرمہ النبی والمعصومین صلوات اللہ علیھم اجمعین۔

(۸) شرح باب زکوٰۃ حدیقۃ المتقین

یہ بھی مثل کتاب سابق کے ایک مستقل کتاب ہے اس عنوان پر کہ جس طرح باب صوم کی شرح تحریر فرمائی تھی اور یہ بھی غیر مطبوع ہے۔ اس کتاب کے متعلق خود جناب غفرانمآبؒ نے تحریر فرمایا ہے:

ھو اول مصنفاتی التی قد اشتھرت بین الناس والا فکلما کتبت من الرسائل والتعلیقات قبل ذلک فما نسج علیھا عنا کب النسیان فطارت بھا العنقاء۔ یہ میری پہلی تصنیف ہے جو مشہور ہوئی ورنہ اس کے قبل جو کچھ رسالہ یا حواشی لکھے وہ گمنامی کی حالت میں اور گوشۂ خط کے اندر رہے۔

(۹) شرح باب طہارت حدیقۃ المتقین

ان ہی دونوں کتابوں کی شان پر باب طہارت کی بھی شرح شروع کی تھی کہ جو اہم مطالب پر مشتمل تھی مگر افسوس ہے کہ تمام نہ ہو سکی اور یہ تینوں کتابیں فارسی میں تحریر فرمائی تھیں تا کہ عام فائدہ ہو مگر باب طہارت کی شرح عربی میں بھی لکھنا شروع کی تھی اس عنوان سے کہ متن کا ترجمہ عربی میں کر کے اس کی شرح کی تھی مگر یہ بھی ختم نہیں ہوئی۔

(۱۰) ذوالفقار

یہ کتاب واقعی نصرت اسلام میں ذوالفقار کہنے کے قابل ہے اور اس نے مخالف دین مصطفوی و ملت جعفری کو وہ سخت شکست دی ہے جس کے بعد انہیں کبھی مقابلہ کی ہوس نہیں ہو سکتی۔

یہ باب دوازدہم کتاب تحفۂ اثنا عشریہ مصنفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی کی رد ہے جس میں انہوں نے مسئلہ تولا وتبرا پر اپنے خیال کے موافق نظر کی تھی اور ان کے اہل ملت اس کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کو مایۂ ناز سمجھتے تھے اور لاجواب خیال کرتے تھے اس غلط فہمی کو دفع کرنے کے لئے سب سے پہلے جناب غفرانمآبؒ طاب ثراہ نے اس کے ابواب کی رد میں حصہ لیا اور اولاً اس بارھویں باب کی رد اس عنوان سے فرمائی کہ مخالف کو جائے کلام باقی نہیں رہ سکی۔ اس زمانہ میں طبع اور چھاپہ کا عنوان کسی کتاب کی اشاعت کے لئے رائج نہ تھا لہٰذا زیادہ سے زیادہ چند نسخہ اس کے اہل ایمان نے کتابت کر کے مختلف اطراف ملک میں شائع کرادئے تا کہ غلط فہمی کا دفعیہ ہو سکے اور وہ تاریکیاں شبہات کی جودلوں میں پھیل گئی ہوں دور ہو جائیں اور خود غفرانمآبؒ نے ایک نسخہ اس کا لکھوا کر عماد الاسلام کی کتاب عدالت کے ساتھ مصنف تحفۂ اثنا عشریہ کے پاس بھیج دیا چونکہ بحالت موجودہ کتاب اتنی محکم تھی کہ جس کا جواب مخالف کے لئے ممکن نہ تھا لہٰذا مخالفین میں سے ایک فرد شیخ فتح الدین نے جو قصبہ ہنسوہ کا جاگیر دار تھا مکر وفریب سے اس کتاب کے ایک نسخہ کو حاصل کیا اور جب رد کی گنجائش نہ دیکھی تو یہ تدبیر کی کہ جا بجا سے اس کی عبارت میں تحریف کی۔ کہیں پر کچھ بے محل الفاظ بڑھا دئے اور کہیں ضروری عبارت کو حذف کر دیا اور اس کو درہم برہم کر کے اس تحریف کے چند نسخہ لکھوا کے اطراف و اکناف میں مشتہر کرادئے تا کہ دیکھنے والا اس کے دلائل کو کمزور اور اس کے عبارات کو نامربوط خیال کرے اور جواب کامل بھی مل جائے لیکن حق مٹانے سے مٹ نہیں سکتا فریب کا گھروندا تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ جاتا ہے جعلسازی کا بھید کھل کے رہتا ہے۔ اس تحریف و اختلال کی حالت بجلی کی طرح ملک میں دوڑ گئی اور تحریف کرنے والے کی مصلحت خاک میں مل کے رہ گئی۔ ۱۲۱۸ھ میں یہ کتاب عالم جلیل سید شریف حسین خاں طاب ثراہ کی سعی سے مطبع مجمع البحرین لودھیانہ میں طبع ہوئی تھی۔

(۱۱) صوارم الالہیات

یہ کتاب بھی تحفۂ اثنا عشریہ کے مبحث الٰہیات کی رد ہے جن جن مسائل کے بارے میں اسلام کے دونوں فرقوں میں اختلاف ہے اور ان کے متعلق صاحب تحفہ نے اپنے مذہبی خیال کو قوت دے کے دوسرے مذاہب کو بزعم خود باطل کیا تھا اس کا کافی جواب دیا گیا ہے۔ واقعی یہ کتاب بے نظیر ذخیرۂ فوائد ہے خود ایک موقع پر اس کتاب کا تذکرہ ان گرانقدر الفاظ میں فرماتے ہیں :-

"وهذا الكتاب لاجل اشتماله على مباحث لطيفة و مناظرات انيقة و تدقيقات فائقة مع مطائبات رائقه مما يتشرح به صدور قوم مومنين و يغيظ الكفار الذين لايومنون بامامة الائمة الاطهار۔"

یہ کتاب ایسے مباحث لطیفہ پر مشتمل ہے اور عمدہ مناظروں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اور بلند ترین

تحقیقات کو لطائف وظرائف کے ساتھ ساتھ جگہ دئے ہوئے ہے کہ جس سے فرقہ اہل ایمان کے سینوں میں کشادگی اور انبساط پیدا ہوتا ہے اور ان منکرین کا جو امامت ائمہ طاہرین پر ایمان لائے ہوئے نہیں ہیں دم گھٹتا ہے۔

درحقیقت یہ قدرت خدا تھی کہ جناب باری نے ہندوستان کی سرزمین کو شبہات کے پھندوں سے نکالنے کے لئے اس ہادی دین کو ظاہر فرمادیا ورنہ کس میں یہ طاقت تھی کہ وہ ان حقیقت نما شبہات کو رفع کرسکتا اسی کتاب کے دیباچہ میں خود جناب غفرانمآبؒ نے اس مطلب پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''چوں دریں خاک تیرہ ہندوستان بہ سبب تسلط سلاطین جور وطغیان وبعید المسافۃ بودن آں از بلاد اسلام و ایمان صنوف بدعات مستحدثہ و مذاہب باطلہ رونق تمام یافت ۔ جناب باری عز اسمہ بندۂ ذلیل خود را بتفویض منصب استیصال شبہات اہل بدع وارباب ضلال مشرف ساخت چنانچہ کتاب اساس الاصول وشہاب ثاقب وعماد الاسلام بر صدق دعوائے من گواہ و جناب عالم السر والخفیات و دلہائے مومنین اہل انصاف ازیں امر آگاہ۔ وھو انما ھو امتثالا لقولہ تعالیٰ'' واما بنعمة ربک فحدث''

(۱۲) حسام الاسلام

یہ کتاب اسی طرح تحفۂ اثنا عشریہ کے مبحث نبوت کا جواب ہے۔

نبوت انبیاء کے متعلق جن جن مسائل میں شیعی خیالات کو مصنف تحفہ نے اپنے خیال کے موافق رد کیا تھا ان کی رد لاجواب عنوان سے فرمائی ہے۔ چونکہ ذوالفقار کے متعلق وہ حکمت عملی مخالفین کی طرف سے صرف کی جا چکی تھی کہ اس کے مضامین کو تحریف کرکے شائع کیا گیا تھا۔ لہٰذا مومنین نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ اس کے انسداد کے لئے اس کتاب کو طبع کرادیا جائے۔ اس زمانہ تک یہ رائج چھاپہ جو اس وقت ہے نہ تھا بلکہ صرف لوہے کے حروف سے چھاپہ کلکتہ میں تھا خیر بہزار دقت ودشواری کلکتہ کے مطبع میں ۱۱۱۸ھ میں چھاپ کے دونوں کتابیں ''صوارم'' اور ''حسام'' پانچ سو کی تعداد میں شائع کر دی گئیں تاکہ کسی کو اب تحریف وخلل کی گنجائش نہ رہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اتفاق سے جس مطبع میں کہ تحفۂ اثنا عشریہ طبع ہوئی تھی وہیں یہ کتاب بھی چھپی اور تحفہ تین سو کی تعداد میں چھپی تھی اور یہ کتاب بلاقصد پانچ سو کی تعداد میں شائع ہوئی جس کا لطف مذہبی نقطۂ نظر سے ظاہر ہے۔

(۱۳) خاتمۂ صوارم

یہ بھی مستقل کتاب ہے جس میں مبحث امامت کے متعلق بحث فرمائی ہے اور اکثر فوائد جو صوارم میں نظر انداز ہوگئے تھے ان کو اس میں تحریر فرمایا ہے چنانچہ اکثر مقامات پر صوارم کے حوالے بھی اسی خاتمہ میں موجود ہیں مگر کمی سرمایہ کی وجہ سے یہ کتاب صوارم کے ساتھ شائع نہ ہوسکی تھی اور نہ اب تک کسی عنوان سے طبع ہوئی۔

(۱۴) احیاالسنۃ

یہ تحفۂ اثنا عشریہ کے باب معاد کی رد

ہے۔ مذہب اہلبیت کو بادلہ ثابت کر کے مخالف کے براہین کو باحسن اسلوب ردفرمایا ہے۔ یہ کتاب بھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۱۵) رسالۂ غیبت

یہ اسی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے باب ہفتم کا جواب ہے اور مسئلہ امامت کے متعلق مصنف تحفہ کے خیالات کا ابطال ہے مگر افسوس ہے کہ جناب غفرانمآبؒ اس مقصد کو زمانہ کی نامساعدت کی وجہ سے پورا نہ کر سکے۔ ہاں بعض تلامذہ نے جناب کے اس باب کی مبسوط تکمیل فرمائی ہے اور اپنی کتاب ''برہان الامۃ'' میں اس ضرورت کو پورا کیا ہے۔

یہ رسالہ ۱۲۶۶ھ میں جناب زبدۃ العلماء مولانا سید علی نقی طاب ثراہ کے حسن توجہ سے طبع ہوا تھا۔

(۱۶) حاشیہ شرح ہدایۃ الحکمۃ: ملاصدرا

یہ حکمت کی مشہور کتاب کا بے نظیر حاشیہ ہے اور عجیب وغریب تحقیقات وتدقیقات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب غفرانمآبؒ جس طرح فقہ واصول وعلم کلام میں اعلیٰ درجہ کمال پر فائز تھے جس کے اوپر اساس الاصول اور منتہیٰ الافکار، عماد الاسلام شاہد ہیں اسی طرح حکمت وفلسفہ میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا جس کے اوپر یہ حاشیہ شاہد ہے۔ اور اس کا اعتراف مشہور سید مرتضیٰ نونہروی غازیپوری نے اپنی مایہ ناز کتاب معراج العقول میں کیا ہے اور اس رسالہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب مشہور صاحب تصانیف منطقی وفلسفی ملا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی اس حاشیہ کا مطالعہ کرتے تھے تو کہتے تھے کہ غفرانمآبؒ اپنے زمانہ کے تمام معاصرین کملاء مثل ملاحسن وغیرہ ان سب سے بہتر تھے اور علوم عقلیہ میں زیادہ کمال رکھتے تھے۔

الفضل ما نطقت به الاعداء

افسوس ہے کہ یہ حاشیہ طبع نہیں ہوا۔

(۱۷) حاشیہ حمد اللہ

یہ بھی مثل پہلے کے معقولات کے اعلیٰ ذخائر کا جامع اور شرح سلم العلوم ملا حمد اللہ سندیلوی کے اوپر بہترین تعلیقات ہیں اور یقیناً اس کا حل غفرانمآبؒ سے بہتر کوئی کرنے والا بھی نہ تھا کیونکہ آپ نے اس کتاب کو خود ملا حمد اللہ کے صاحبزادے ملا حیدر علی سندیلوی سے پڑھا تھا اور اکثر علوم عقلیہ کی تحصیل مولوی باب اللہ شاگرد رشید ملا حمد اللہ سے کی تھی لہٰذا وہ رموز ونکات جو شارح نے اپنی بے نظیر عبارتوں کے اندر ودیعت کر دیئے تھے، جناب غفرانمآبؒ تک سینہ بہ سینہ پہونچے تھے۔

یہ حاشیہ تمام وکمال شائع نہیں ہوا ہے ہاں بعض تعلیقات اس کے حاشیہ پر حمد اللہ کے جو مطبع مصطفائی میں طبع ہوئی تھی مندرج ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب کی ابتدا میں جو توضیح رموز حواشی کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے'' حاشیہ دلدار علی المجتہد غفرانمآبؒ'' اس کے بعد بھی بعض مطابع میں جو حمد اللہ شائع ہوئی ہیں ان میں بھی یہ حواشی موجود ہیں۔

(۱۸) اجازہ

یہ وہ اجازۂ اجتہاد ہے جو جناب غفرانمآبؒ طاب ثراہ نے اپنے فرزند رشید حضرت سلطان

العلماء رضوانمآب طاب ثراہ کے لئے تحریر فرمایا تھا اور اپنے بیش بہا فوائد اور لا جواب مطالب کی وجہ سے مستقل تصنیف شمار کرنے کا مستحق ہے چھیالیس صفحہ پر ختم ہوا ہے اور اس میں جناب غفرانمآبؒ نے اپنے ابتدائے تحصیل، عراق کے زمانۂ طالب علمی اور اس کے بعد سے ہندوستان آکر علمی کارناموں کو اجمال و ایجاز کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اس کا ذکر جناب علیین مکانؒ نے فہرست تصانیف کے ذیل میں بایں عنواں فرمایا ہے:۔

الرسالة المسماة بالاجازة المنطوية على اجازة الاخى المعظم والمحتوية على ضرب من المواعظ والحكم ووصايا شريفة وفوائد لطيفه۔ یہ بھی طبع ہو چکا ہے۔

(۱۹) نجات السائلین

جو مسائل روز مرہ وقتاً فوقتاً دستخط ہونے کے لیے آتے تھے اور ان کا جواب جناب غفرانمآبؒ تحریر فرماتے تھے ان میں سے کچھ مسائل بعض مجتہدین نے ایک مقام پر جمع کر لئے ہیں۔ چنانچہ دیباچہ میں جامع نے یہ عبارت تحریر کی ہے:۔

''مذنب خفی و جلی اوصاف علی بن سید شہامت علی ابن میر مشرف بشرف تلثیم عتبۂ عالیہ فخر المتکلمین وقدوۃ المجتہدین نائب امام زماں مولانا ومقتدانا عالی جناب سید دلدار علی صاحب قبلہ دامت برکاتہ علی رؤس المومنین شدہ چوں سائلین ایں اہل دین اسئلہ بحضور پر نور آں جناب معلٰی القاب روبروئے ایں ہمیچمداں گزرانئدہ و بجواب مزین شدند اکثر اینہارا گرفتہ بہ رسالۂ نجات السائلین مسمیٰ ساختہ (یہ رسالہ طبع نہیں ہوا ہے۔)

(۲۰) **رسالۂ جمعہ**: جس میں نماز جمعہ کے وجوب تخییر کو غیبت امام میں ثابت کیا ہے۔

(۲۱) رسالۂ جواب سوالات مولانا محمد سمیع صوفی

(۲۲) **ذہبیہ**: اس رسالہ میں تحقیق فرمائی ہے کہ وضوظروف طلاء ونقرہ سے درصورت انحصار یا عدم انحصار صحیح ہے یا نہیں۔

(۲۳) **اثارة الاحزان**: اس میں مصائب سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والثناء کو بعنوان معتبر تجویز فرمایا ہے۔

(۲۴) **رسالۂ فضیلت نماز جماعت**: اسی زمانہ میں کہ جب ابتداءً انماز جماعت کی بنیاد لکھنؤ میں پڑی ہے اور ملا محمد علی بادشاہ کا رسالہ فضیلت جماعت میں آیا ہے تو جناب غفرانمآبؒ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا جس میں احادیث و آیات سے نماز جماعت کے رجحان کو ثابت فرمایا تھا۔

(۲۵) **اربعة عشر احادیث**: فضائل علماء اور اہل علم کے علو درجہ کے اثبات میں چودہ حدیثیں ایک مختصر رسالہ پر شرح کے ساتھ تحریر فرمائی ہیں۔ یہ رسالہ میر عابد علی صاحب مرحوم کے مطبع اثنا عشری میں شائع ہوا تھا مگر غلطی سے اس میں شرح اربعین تحریر کیا گیا ہے۔ یہ وہ تصانیف ہیں جن تک ہماری قاصر نظر پہونچ سکی ہے اس کے علاوہ نہ معلوم کتنی کتابیں ہیں جن کے طول عہد کی وجہ سے نام ہم تک نہ پہونچ سکے اور ان کے استقصا و احاطہ